کیا قرآن قطعی الدلالۃ ہے؟

امام شاطبیؒ کا موقف:

امام شاطبیؒ کا موقف بھی وہی ہے جو کہ امام شافعیؒ کا ہے کہ سنت نہ تو قرآن کو منسوخ کرتی ہے اور نہ ہی اس کے کسی حکم پر اضافہ کرتی ہے۔ بلکہ یہ اس کا بیان (یعنی قرآن کے اجمال کی تفصیل، مشکل کا بیان، مطلق کی مقید اور عام کی مخصص) ہے۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں۔

> ''سنت یا تو کتاب کا بیان ہوتی ہے یا اس پر اضافہ ہوتی ہے اگر تو ہو کتاب کا بیان ہ وتو اس کے مقابلے میں کہ جس کا وہ بیان ہے ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔۔۔اور اگر وہ بیان نہ ہو تو پھر اس کا اعتبار اس وقت ہوگا جبکہ وہ کتاب اللہ میں موجود نہ ہو۔'' (اموافقات جلد۲ ،الجزالرابع ص ۳ دارالفکر)

غامدی صاحب نے امام شاطبیؒ کی اس عبارت کو اپنے موقف کی تائید میں تو نقل کر دیا کہ دیکھیں امام شاطبیؒ بھی یہ کہتے ہیں کہ سنت ،قرآن پر اضافہ نہیں کر سکتی ،لیکن ان سینکڑوں روایات کا غامدی صاحب نے بالکل بھی تذکرہ نہ کیا کہ جو بظاہر قرآن پر اضافہ معلوم ہوتی تھیں لیکن امام شاطبیؒ نے انہیں قرآن کا بیان ثابت کیا ، امام شاطبیؒ کا موقف یہ نہیں ہے کہ جو روایات تمہیں کتاب اللہ پر اضافہ معلوم ہوں، ان کو رد کر دو جیسا کہ غامدی صاحب نے ان کے قول سے یہ مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے بلکہ امام شاطبیؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو روایات بھی کتاب اللہ پر اضافہ معلوم ہوں وہ کتاب اللہ کا بیان ہی ہوں گی ہم اگر غور وفکر کریں تو اس بات کو آسانی سے معلوم ک رسکتے ہیں پھر اسی موقف کو ثابت کرنے کے لئے امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب 'المواقفات' میں ان سینکڑوں روایات کو قرآن کی آیات کا بیان ثابت کیا ہے کہ جو بظاہر قرآنی احکام پر اضافہ معلوم ہوتی تھیں۔ امام شاطبیؒ اپنے اسی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''سنت کے احکامات کا اصل قرآن میں موجود ہوتا ہے۔ پس سنت، قرآن کے مجمل کی تفصیل، مشکل کا بیان، اور اختصار کی شرح ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ سنت قرآن کا بیان ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے

آپ ﷺ کی طرف ذکر کو نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں نے لیے ان کی طرف نازل کیے گئے کو واضح کریں۔ پس تم سنت میں کوئی بھی ایسا حکم نہ پاؤ گے جس پر قرآن نے اجمالاً یا تفصیلاً رہنمائی نہ کی ہو۔'' (الموافقات، ۶/۲)

جیسا کہ امام شاطبیؒ نے لکھا ہے کہ سنت قرآن کا ہر حال میں بیان ہی ہوتی ہے اسی طرح انہوں نے الحمدللہ اس اصول کو اپنی کتاب الموافقات میں ثابت بھی کیا ہے۔امام شاطبی کا کہنا یہ ہے کہ

۱) بعض اوقات ہمیں کے بعض احکامات قرآن پر اضافہ معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ اضافہ نہیں ہوتے بلکہ قرآن کا بیان ہوتے ہیں کیونکہ شرح بھی مشروح سے زائد ہی ہوتی ہے ۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں :

''جیسا کہ سائل کے سوال میں ہے تو لازمی بات ہے کہ (سنت کے یہ احکامات)اضافہ ہےاوت اس کو اضافہ مانا جائے گا۔لیکن اس اضافے کے طارے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اضافہ ایسا اضافہ ہے جو کہ شرح کا مشروح پر ہوتا ہے جیسا کہ ہر شرح اس بیان پر مشتمل ہوتی ہے جو کہ مشروح میں نہیں ہوتا ، اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کوئی شرح نہیں کہے گا یا یہ اضافہ کسی دوسرے ایسے معنی کو شامل ہے جو کتاب میں موجود نہیں ہے اور یہ مسئلہ علماء کے درمیان اصل محل نزاع ہے (یعنی بعض علماء سنت کے اضافے کو قرآن کے مجمل کا بیان بناتے ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ کا موقف ہے اور بعض علماء سنت کے اضافے کو قرآنی حکم میں اضافہ کی بجائے معنی جدید کا اضافہ قرار دیتے ہوئے قبول کرتے ہیں جیسا کہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے)۔۔۔اسی طرح اگر قرآن میں ایک حکم اجمالی طور پر ہے اور سنت میں اس کی تفصیل ہے تو جو سنت میں حکم ہے وہ ،وہ حکم نہیں ہے جو کہ قرآن میں ہے جیسا کہ قرآن کا حکم ہے ''اقیموا الصلاۃ'' قرآن کے اس حکم میں 'الصلاۃ' کا لفظ مجمل ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے اجمال کو بیان کیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کے بیان سے جو معنی حاصل ہوا ہے وہ 'مبین' یعنی صرف کتاب سے حاصل نہیں ہوتا تھا اگر چہ اللہ کے رسول ﷺ کے بیان کی مراد

اور کتاب کی مراد ایک ہی ہے لیکن پھر بھی دونوں یعنی 'بیان' اور 'مبین' حکم میں مختلف ہوں گے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک مجمل کا بیان نہ ہو اس وقت تک اس پر عمل کرنے کا حکم توقف ہے لیکن جب مجمل کا بیان ہو جائے تو اس کے مقتضی پر عمل کیا جائے گا (جیسے قرآن کا حکم 'اقیمو ا الصلاۃ' ایک مجمل حکم ہے اور اس پر عمل اس وقت تک نہ ہو گا جب تک اللہ کے رسول ﷺ اس کا بیان نہ فرما دیں) لہٰذا جب ثابت ہو گیا کہ دونوں یعنی کتاب اور بیان کا حکم مختلف ہے (کیونکہ 'اقیمو ا الصلاۃ' میں کتاب کے حکم پر تو توقف ہو گا جبکہ سنت کے حکم پر عمل ہو گا) تو دونوں کا معنی بھی مختلف ہو گا پس اس طرح سنت کے احکامات ک ابھی کتاب کے بالمقابل انفرادی حیثیت میں بھی اعتبار ہو گا۔'' (الموافقات، ۲/۱۰، ۱۱)

۲) امام شاطبیؒ کے نزدیک بعض وہ روایات جو کہ قرآن پر اضافہ معلوم ہوتی ہیں یا اس کے کسی حکم کی تحدید کر رہی ہوتی ہیں وہ درحقیقت قرآنی آیات میں اللہ کی منشا و مراد کو واضح کر رہی ہوتی ہیں۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

''جیسا کہ سنت تبیین کرتی ہے یہ مجمل کی وضاحت، مطلق کی تقیید اور عموم کی تخصیص کرتی ہے۔ پس اس توضیح، تقیید اور تخصیص کی وجہ سے بعض اوقات قرآن کے بہت سے صیغے اپنے ظاہری لغوی مفہوم سے باہر نکل جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت ان تمام صورتوں میں یہ واضح کر رہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صیغوں سے مراد کیا ہے؟ پس جس شخص نے ان تین صورتوں میں سنت کی وضاحت کو چھوڑ کر خواہش نفس سے ظاہری صیغوں کی پیروی کی تو ایسا غور وفکر کرنے والا اپنے غور وفکر میں گمراہ بن جائے گا' کتاب اللہ سے جاہل شمار کیا جائے گا اور جہالت کے اندھیروں میں پڑا رہے گا اور کبھی ہدایت نہ پا سکے گا۔'' (الموافقات، ۲/۱۱)

امام شاطبیؒ اس کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مثلاً جب قرآن کے حکم 'چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹو' کا

بیان ہمیں سنت سے یہ ملا کہ ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا اور چوری کی ہوئی چیز کا بھی ایک نصاب مقرر ہے (اس نصاب جتنے یا اس سے زائد مال کی چوری ہوگی تو ہاتھ کاٹا جائے گا) اور یہ چوری مال محفوظ میں سے ہو وغیرہ تو سنت کے ان تمام احکامات کے بارے میں ہم یہی کہیں گے کہ سنت نے اللہ تعالیٰ کی اس آیت سے مراد کو واضح کیا ہے نہ کہ اپنی طرف سے کچھ مزید احکامات کو ثابت کیا ہے۔اس کی سادہ سی مثال ہی ہے کہ امام مالکؒ اور اس طرح دوسرے مفسرین ہمارے لیے قرآن کی کسی آیت یا حدیث کا معنی واضح کرتے ہیں تو جب ہم امام مالکؒ کی تفسیر وتوضیح پر عمل کرتے ہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم یہ بات کہیں: کہ ہم نے فلاں مفسر کے قول پر عمل کیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قول پر عمل نہیں کیا۔''

(الموافقات، ۵/۲)

لہٰذا امام شاطبیؒ کے بیان کے مطابق سنت میں موجود تخصیص، تحدید اور تقیید وغیرہ قرآنی الفاظ سے اللہ کے منشا کو واضح کر رہے ہوتے ہیں جیسا کہ ہر مفسر اور عالم اللہ کی منشا و مراد کے اپنے محدود علم کی روشنی میں متعین کرتا ہے۔

۳) امام شاطبیؒ کے نزدیک سنت کے بعض وہ احکامات جو قرآن کی کسی آیت کے ناسخ یا اس کے مفہوم کو تبدیل کرنے والے معلوم ہوتے ہیں، وہ درحقیقت اللہ کے رسول ﷺ کا قرآن کی کسی آیت کا وہ گہرا فہم ہے کہ جس کی عدم موجودگی کی صورت میں امت قرآن کو سمجھنے میں غلطی کھا سکتی تھی۔امام شاطبیؒ کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ نے آیت 'وامھتکم التی ارضعنکم و احواتکم من الرضاعۃ' کے ساتھ اور بھی بہت سے رضاعی رشتوں کو قیاس کے ذریعے ملا دیا کیونکہ نص میں موجود ان دو رضاعی رشتوں اور باقی رضاعی رشتوں میں کوئی فرق موجود نہیں ہے، عام اہل اجتہاد کے لئے ان دو رضاعی رشتوں سے باقی رضاعی رشتوں کی حرمت نکالنا ممکن نہ تھا، لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کی اس نص کے گہرے فہم کو اپنی سنت کے ذریعے امت تک منتقل کر دیا کہ جس تک پہنچنے میں امت تردد و اختلاف کا شکار ہو سکتی تھی، امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ 'اور تمہاری وہ مائیں کہ جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں بھی تمہارے اوپر حرام کی گئی ہیں، میں رضاعت کے دو رشتوں کی حرمت کا تذکرہ کیا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان دو رشتوں ساتھ رضاعت کے باقی ان تمام رشتوں کو بھی ملا دیا جو کہ نسب کی وجہ سے حرام ہیں جیسا کہ پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی وغیرہ ہیں۔ اللہ کے رسول نے ان رضاعی رشتوں کو قیاس کے بعد آیت میں مذکورہ دو رشتوں سے ملا دیا کیونکہ سنت میں بیان شدہ رضاعی رشتوں اور قرآن کے رضاعی رشتوں میں کوئی فرق کرنے والی چیز موجود نہیں ہے۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت نہ ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ جو مجتہدین ہیں وہ اس غور و فکر اور تردد میں مبتلا ہو جاتے کہ نص میں موجود رضاعی رشتوں کی حرمت پر ہی اکتفا کریں یا نص میں قیاس کرتے ہوئے اور بھی رضاعی رشتوں کو ان کے ساتھ ملا دیں۔ پد الہ کے رسول ﷺ نے اپنے علاوہ مجتہدین کو اس تردد سے نکالنے کے لیے اس آیت کے بیان میں یہ سنت جاری فرما دی کہ اللہ تعالیٰ نے جو رشتے نسب سے حرام ٹھہرائے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام کیے ہیں، اور اس طرح کی باقی تمام روایات کا بھی یہی معنی ہے۔'' (الموافقات، ۲/۲۴)

غامدی صاحب اس بات پر مصر ہیں کہ اس آیت کا اسلوب بیان ایسا ہے کہ ہر شخص قرآن میں موجود 'و اخواتکم من الرضاعۃ' کے الفاظ سے باقی رضاعی رشتوں کی حرمت بھی خود ہی نکال سکتا ہے جبکہ امام شاطبیؒ جو کہ غامدی صاحب کی طرح عجمی نہیں ہیں اور امت نے ان کو مجتہدین علماء میں ھی شمار کیا ہے، ان کی رائے یہ ہے کہ ایک عام آدمی تو کجا ایک مجتہد کے لیے بھی قرآن کی اس عبارت 'و امھتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعۃ' سے سنت کے بیان کے بغیر باقی رضاعی رشتوں کی حرمت نکالنا بہت مشکل تھا۔ ہم یہ بھی فرض کر لیتے ہیں کہ غامدی صاحب کے عجمی ہونے کے باود یہ ممکن ہے کہ وہ امام شاطبیؒ جیسے عربی النسل، امام، فقیہ، مجتہد اور اصولی سے زیادہ قرآن کے اسلوب سے واقف ہوں۔ غامدی صاحب کے دعویٰ کے مطابق قرآن پر تدبر کرنے والے ہر شخص کے لیے 'و اخواتکم من الرضاعۃ'

سے بالبداہت باقی بھی رضاعی رشتوں کی حرمت واضح ہو جاتی ہے لیکن ہم یہ کہ یا تو قرآنی الفاظکی یہ بداہت و وضحت صرف غامدی صاحب کے حصے میں یہ آئی یا پھر قرآن پ ءتدبر کا شرف پچھلی چودہ سیدیوں میں ظامدی صاحب کو ہی حاصل ہوا کیونکہ غامدی صاحب کی طرح کسی بھی عربی النسل فقیہ م مجتہد یا اصولی کو'واخواتکم من الرضاعۃ' سے باقی رضاعی رشتوں کی حرمت سمجھ میں نہیں آئی ۔ طللہ امام شاطبیؒ جیسے مجتہد اور فقیہ کا کہنا تو یہ ہے کہ ان الفاظ سے طاقی رضاعی رشتوں کی حرمت نکالنا ایک عام مجتہد کیئبس کی طات نہ تھی اسی لیے تو سنت کو جاری کیا گیا۔

امام شاطبیؒ اپنی کتاب 'الموافقات' میں اس کی ایک اور مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو'ذی مخلب' اور ذی ناب' کو حرام قرار دیا وہ 'قل لا اجد فیما اوحی اکی محرما۔۔۔' پر اضافہ نہیں ہے بلکہ یہ آیت مبارکہ 'یحل لھم الطیبات ویحرم عیھم الخبائث' کا بیان ہے کیونکہ بعض جانور اور پرندے ایسے تھے کہ جن کے طیب یا خبیث ہونے میں اشکال ہوسکتا تھا کہ وہ الطیبات میں سے ہیں یا الخبائث میں سے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے جانوروں کے بارے میں اپنی سنت جاری فرمادی۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

> ''ان میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات کو حلال قرار دیا ہے اور خبائث کو حرام ٹھہرایا ہے اور کچھ چیزیں ایسی تھیں کہ ان دونوں کے درمیان تھیں ان کا ان دونوں میں سے کسی ایک یعنی طیبات یا خبائث سے الحاق ممکن تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی تمام اشیاء کے بارے میں کہ جن کے طیب یا خبیث ہونے میں اشکال ہوسکتا تھا وضاحت فرمادی کہ یہ طیب ہے یا خبیث ہے پس آپ ﷺ درندوں میں سے ہر کچلی والے درندے اور پرندوں میں سے پنجوں والے پرندوں کے کھانے سے منع فرمایا۔'' (الموافقات ،جلد ۲،الجزالرابع ، دار الفکر ص ۱۸)

غامدی صاحب کے نزدیک 'یحل لھم الطیبات ویحرم عنھم الخبائث' میں 'الطیبات' اور 'الخبائث' کا تعین فطرت انسانی سے ہو گا اور جہاں فطرت انسانی میں کسی جانور کے بارے میں اختلاف ہو جائے کہ یہ طیبات میں سے ہے یا خبائث میں سے ہے وہاں اہل عرب کے مزاج اور فطرت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوگی۔ غامدی صاحب کا یہ موقف جمہور اہل سنت امام ابو حنیفہؒ امام

مالکؒ امام احمدؒ امام ابن تیمیہؒ اور امام شاطبیؒ وغیرہ کے نقطہ نظر کے خلاف ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے 'مجموع الفتاوی' میں اس پر مفصل بحث کی ہے کہ اہل عرب کی فطرت یا مزاج سے طیبات یا خبائث کا تعین قرآن وسنت اور جمہور کی رائے کے خلاف ہے۔

امام ابن تیمیہ کا موقف:

امام ابن تیمیہؒ بھی قرآن کے سنت سے نسخ کے قائل نہیں ہیں اور سنت کو قرآن کا صرف بیان ہی مانتے ہیں۔امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

> ''پس اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن ہی منسوخ کر سکتا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور امام احمدؒ سے ثابت شدہ دو روایتوں میں سے صحیح روایت یہی ہے بلکہ یہی قول امام احمدؒ سے نصاً ثابت ہے کہ قرآن کو بعد میں آنے والا قرآن ہی منسوخ کرے گا اور عام حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے۔'' (فتاوی ابن تیمیہ ۱۹۵/۱۷)

یہ واضح رہے کہ امام صاحب کی یہاں یہ نسخ سے مراد قرآن کے کسی حکم کا مکمل طور پر رفع ہو جاتا ہے نہ کہ جزوی حکم کا اٹھ جانا۔امام ابن تیمیہؒ نے بعض ایسی روایات کو جو کہ بظاہر قرآن پر اضافہ معلوم ہوتی ہیں، قرآن کا نسخ شمار کرنے کی بجائے اس کی کسی دوسری آیت کا بیان قرار دیتے ہیں۔امام صاحبؒ کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ نے 'ذی ناب' اور ذی مخلب' کو جو حرام قرار دیا ہے وہ قرآن کے حکم 'قل لا اجد فیما اوحی الی۔۔' کا نسخ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر اضافہ ہے کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس آیت کے نزول تک جو وحی آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے اس میں صرف چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا۔امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

> ''اسی وجہ سے آپ ﷺ کا درندوں میں سے کچلی والوں اور پرندوں میں سے پنجوں والوں کو حرام قرار دینا قرآن کی آیت 'آپ کہہ دیں کہ جو میری طرف وحی کی گئی ہے' اس میں' میں کسی بھی کھانے والے پر کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیتا کہ جس کو وہ کھاتا ہے' کا نسخ نہیں ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے نزول سے قبل تین قسم کی چیزوں کو ہی حرام قرار دیا

تھا۔ یہ آیت اپنے نزول تک تین قسم کی چیزوں کے علاوہ کسی حرمت کی نفی کرتی ہے (نہ کہ اپنے نزول کے بعد حرام ہونے والی چیزوں کی حرمت کی نفی) اس آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ان تین چیزوں کے علاوہ تمام اشیاء حلال ہیں۔ لین اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (اس آیت کے نزول تک تو اللہ تعالیٰ نے صرف چار ہی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے لیکن) اللہ تعالیٰ نے باقی چیزوں کی حلت وحرمت کو درگزر کرتے ہوئے بیان نہیں کیا (یعنی باقی اشیاء اس آیت کے نزول تک نہ حلال ہیں نہ حرام' بلکہ اپنا حکم آنے تک معفوعنھا ہیں) جیسا کہ کسی بچے کا یا مجنون کا فعل ہے۔اسی طرح معروف حدیث میں ہے: حلال ہو ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہیں اس سے الہ تعالیٰ نے درگزر فرما دیا ہے (یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جو 'ذی ناب' اور 'ذی مخلب' کو حرام قرار دیا ہے وہ' وہ جانور تھے کہ جن کے بارے میں کتاب اللہ میں سکوت تھا) اور ی ہحدیث حضرت سلمان فارسیؓ سے محفوظ موقوفاً مرفوعاً ثابت ہے۔'' (فتاوی ابن تیمیہؒ: کتاب الفقہ ،فصل الانکار علی من یا کل ذبائح اھل الکتاب)

ایک اور جگہ اپنے اسی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے امام صاحبؒ لکھتے ہیں کہ 'ذی ناب' اور 'ذی مخلب' کی تحریم سنت کی طرف سے ایک ابتدائی حکم تھا نہ کہ قرآن کا نسخ یا اس پر اضافہ،اور سنت کا ایسا حکم کہ جس میں سنت ابتداء کسی چیز کو حرام قرار دے،اس کو ماننا واجب ہے۔امام صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اللہ کے نبی ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور پنجوں والے پرندوں کو حرام قرار دیا ہے اور یہ کتاب اللہ کا نسخ نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ نے ان درندوں اور پرندوں کو کبھی بھی حلال قرار نہیں دیا بلکہ ان کی حرمت سے سکوت اختیار کیا تھا۔ پس ان جانوروں اور پرندوں کی حرمت آپ ﷺ سے شریعت کے ایک ابتدائی حکم کے طور پر جاری ہوئی۔ اور ایسی حرمت جو کہ

آپ ﷺ سے ابتدائی طور پر جاری ہوئی ہو اس کے بارے میں آپ ﷺ سے حضرت ابو رافعؓ، حضرت ابو ثعلبہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہم سے مروی روایت کے الفاظ ہیں: میں تم میں سے کسی ایک کو تکیہ لگائے ہوئے اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کے پاس میری طرف سے کوئی ایسا امر آئے کہ جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے میں نے منع کیا ہو تو وہ یہ کہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن ہی کافی ہے جس کو قرآن نے حلال کہا ہے ہم اس کو حلال کہتے ہیں اور جس کو قرآن نے حرام ٹھہرایا ہے ہم اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ خبردار! مجھے قرآن سے زائد بھی کچھ دیا گیا ہے۔ خبردار! میں نے کچلی والے درندوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ آپ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی اور یہی وحی 'حکمت' کہلاتی ہے (یعنی جس کا ذکر قرآن کے علاوہ ہے) آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ 'ذی ناب' اور 'ذی مخلب' حرام ہیں اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کتاب اللہ کا نسخ نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ نے ان جانوروں اور پرندوں کو کبھی بھی حلال نہیں کہا بلکہ کتاب اللہ نے تو 'الطیبات' کو حلال قرار دیا ہے اور یہ جانور اور پرندے 'طیبات' میں سے نہیں ہیں''

(فتاوی ابن تیمیہ: کتاب العقیدہ، فصل احادیث تنازع الناس فی صحتھا)

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک 'ذی مخلب' اور 'ذی ناب' کی سنت میں حرمت، قرآن کی آیت 'یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث' کا بیان ہے۔ امام صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اور اللہ تعالیٰ کا قول 'آپ ﷺ ان کے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام ٹھہرائیں گے' اللہ کی طرف سے یہ خبر ہے کہ آپ مستقبل میں ایسا کریں گے پس آپ ﷺ نے طیبات کو حلال ٹھہرایا ہے اور خبائث کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے کچلی والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کو حرام قرار دیا ہے۔'' (فتاوی ابن تیمیہؒ: کتاب التفسیر، فصل الناس فی مقام حکمۃ الامر والنھی علی ثلاثۃ اصناف)

غامدی صاحب کے نزدیک 'الطیبات' اور 'الخبائث' کا تعین فطرت انسانی سے ہوگا جو کہ خود غامدی صاحب کے اصول ''قرآن قطعی الدلالۃ ہے'' کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر فطرت انسانی سے 'الطیبات' اور 'الخبائث' کا تعین کیا جائے گا تو قرآن کے ان الفاظ کا معنی کبھی بھی متعین نہ ہو سکے گا اور فطرت میں اختلاف کے صورت میں ایک فقیہ کے نزدیک ایک جانور حلال ہوگا اور دوسرے کے نزدیک وہی جانور حرام ہوگا۔ کیا عربی معلّٰی میں 'الطیبات' اور 'الخبائث' کا کوئی معنی نہیں ہے؟ کہ غامدی صاحب کو یہ کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ 'الطیبات' اور 'الخبائث' کے معنی اور مصداقات کا تعین فطرت انسانی سے ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ 'الطیبات' اور 'الخبائث' بھی قرآنی الفاظ 'الصلاۃ' اور 'الحج' اور 'الصیام' اور 'الزکوۃ' وغیرہ کی طرح مجمل ہیں کہ جن کا بیان سنت ہے نہ کہ فطرت، کیونکہ صحیح روایات سے معولم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے گوہ کے گوشت اور پیاز کو طبعاً ناپسند کرنے کے باوجود حلال قرار دیا۔ امام ابن تیمیہؒ 'الخبائث' اور 'الطیبات' کا معنی اور ان کی حرمت و حلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''جمہور علما کا کہنا یہ ہے کہ طیبات سے مراد ہو چیزیں ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور ان کا کھانا دین میں نفع کا باعث ہے اور خبیث سے مراد وہ چیز ہے کہ جو اپنے کھانے والے کے دین کو نقصان پہنچانے والی ہو، اور دین کی اصل عدل ہے کہ جس کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا، پس جو چیز اپنے کھانے والے میں ظلم اور زیادتی پیدا کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔ جیسا کہ ہر کچلی والے درندے کے کھانے کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ ایسا درندہ سرکش اور حد سے بڑھنے والا ہوتا ہے اور غذا دینے والا غذا لینے والے کے مشابہ ہوتا ہے۔ پس جب کسی انسان کو گوشت ایسے جانور سے پیدا ہوگا تو اس انسان کے اخلاق میں سرکشی اور زیادتی پیدا ہو جائے گی۔ اسی قسم کا حکم خون کا بھی ہے جو کہ شہوت اور غصے سے متعلقہ نفسانی قوتوں کو جمع کرتا ہے۔ پس انسان ایسی چیزوں کو بطور غذا استعمال کرتا ہے تو اس کی شہوت اور غصہ اعتدال سے بڑھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بہائے گئے خون کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس

تھوڑے سے خون کو جائز قرار دیا گیا جو کہ جانور کے جسم میں باقی رہ جاتا ہے کیونکہ یہ ضرر نہیں دیتا (یعنی انسان کی شہوت اور غصہ نہیں بڑھاتا) اور خنزیر کا گوشت اس لئے خبیث ہے کہ یہ لوگوں میں برے اخلاق پیدا کرتا ہے۔'' (فتاوی ابن تیمیہؒ: جلد ۱۹، ص۲۴، ۲۵)

غامدی صاحب کے نزدیک اگر کسی جانور کے بارے میں فطرت انسانی میں اختلاف ہو جائے کہ وہ 'الطیبات' میں سے ہے یا 'الخبائث' میں سے ہے، تو ایسی صورت حال میں اہل عرب کا فطری رجحان فیصلہ کن ہوگا۔ جبکہ امام تیمیہؒ اس مسئلے میں اہل علم کی آراء نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور اسی طرح علماء میں سے جس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر اس کو حرام قرار دیا ہے کہ جس کو اہل عرب خبیث سمجھتے تھے اور اس کو حلال قرار دیا ہے کہ جس کو اہل عرب طیب سمجھتے تھے تو جمہور علماء امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ اور متقدمین حنابلہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

لیکن امام احمدؒ کے اصحاب میں سے خرقی اوعر ایک گروہ نے اس مسئلے میں امام شافعیؒ کی موافقت اختیار کی ہے۔ لیکن امام احمدؒ سے مروی عام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کا مسلک وہی ہے جو کہ جمہور علماء، صحابہؓ اور تابعینؒ کا مسلک ہے کہ کسی چیز کی حرمت وحلت کا تعلق اہل عرب کے کسی چیز کو طیب یا خبیث سمجھنے سے معلق نہیں ہے بلکہ اہل عرب بہت سی ایسی چیزوں کو بھی طیب سمجھتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے جیسا کہ خون، مردار، گلا گھٹ کر مرنے والے جانور، چوٹ کھا کر مرنے والے جانور، کسی جگہ سے گر کر مرنے والے جانور، کسی دوسرے جانور کے سینگ سے مرنے والے جانور، درندوں کے شکار کا باقی ماندہ، اور وہ جانور ہیں کہ جن کو ذبح کرتے وقت ان پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور اہل عرب بلکہ ان کے بہترین لوگ بہت سی ایسی چیزوں کو ناپسند کرتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی حرام نہیں ٹھہرایا جیسا کہ گوہ کے گوشت کو اللہ کے نبی ﷺ ناپسند کرتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا چونکہ یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں پا

ئی جاتی اس لئے میں اپنے آپ کو اس سے دور رکھ رہا ہوں اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ حرام نہیں ہے اور آپ ﷺ کے دستر خوان پر گوہ کھائی گئی اور آپ ﷺ دیکھ رہے تھے۔ (یعنی آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا)''۔ (فتاوی ابن تیمیہؒ: جلد ۱۹، ص ۲۴)

امام ابن تیمیہؒ کا کلام ختم ہوا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بعض روایات میں پیاز کا بھی ذکر ہے۔ خیبر فتح ہونے کے بعد جب بعض صحابہؓ پیاز کھا کر مسجد میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلا تقربنا المسجد فقال الناس حرمت حرمت فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فقال ایھا الناس انہ لیس لی تحریم ما احل اللہ ولکنھا شجرۃ اکرہ ریحھا

(مسند احمد: ۱۰۶۶۲)

''جس نے اس خبیث (یعنی پیاز) کو کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے تو لوگ یہ کہنے لگے کہ پیاز کو حرام کر دیا گیا، حرام کر دیا گیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! جس کو اللہ نے حلال ٹھہرایا ہے تو مجھے کوئی اختیار نہیں ہے کہ اسے حرام قرار دوں۔ لیکن یہ ایک ایسا درخت ہے کہ جس کی خوشبو مجھے ناپسند ہے۔''

اس روایت اور اسی جیسی اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عام انسان کی فطرت یا اہل عرب کی فطرت تو کجا اللہ کے رسول ﷺ بھی اپنی فطرت سے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دے سکتے۔ بلکہ حلال وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال ٹھہرا دیا ہے اور حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کہا ہے اور جس کے بارے میں قرآن و سنت کی نصوص میں سکوت ہے تو وہ حدیث کے الفاظ کے مطابق 'معفو عنھا' میں شامل ہے اور مباح ہے۔ اس لئے جمہور اہل سنت کے نزدیک ہر حرام کی حرمت نص سے ثابت ہے اسی طرح ہر حلال کی حلت بھی نص سے ثابت ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے کسی جانور کے حرام ہونے کی اصل بنیاد اس کی خباثت کو ہی بنایا ہے۔ امام صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اسباب تحریم دو قسم کے ہیں ایک تو درندگی کی قوت ہے جو کہ درندے کے

نفس میں ہوتی ہے اور اس درندے کو کھانے سے انسان کے جسم میں اس کی بہیمانہ قوت کے اثرات آ جاتے ہیں اور لوگوں کے اخلاق درندوں کے اخلاق بن جاتے ہیں یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہتر سمجھتے ہیں اور بعض اوقات حرمت کی وجہ کسی خبیث کا کھانا ہوتا ہے جیسا کہ بعض پرندے کسی گلی سڑی لاش کو کھاتے ہیں یا کچھ چیزوں کی حرمت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ فی نفسہ خبیث ہوتی ہے جیسا کہ حشرات الارض ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ کھانے کی پاکیزگی و خباثت حلت و حرمت میں اثر رکھتی ہے جیسا کہ سنت میں جلالۃ (وہ جانور جو کہ گندگی کھاتا ہے) کے گوشت اور اس کے دودھ اور اس کے انڈے کے استعمال کے بارے میں ممانعت آئی ہے۔کیونکہ بعض اوقات طیب' خبیث غذا کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔''

(فتاویٰ ابن تیمیہؒ: جلد ۲۱،ص ۵۸۵)

عالم کی فضیلت

فضل العالمِ علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب

(سنن ابو داود و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر (حدث شریف)